

مقالات

کتب سماوی پر ایک نظر

عہد جدید (انابیل وغیرہم)

(۱۱)

از جناب ذوقی شاہ صاحب

(۵)

پیشین گوئیاں | بائبل کی بعض پیشینگوئیوں پر عیسائی علماء کو بڑا ناز ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ انجیلی پیشینگوئیوں پر بھی کسی قدر روشنی ڈالی جائے۔ نمونہ کے طور پر ہم صرف دو پیشینگوئیوں کو لیتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ وہ خود کیا کہتی ہیں اور عیسائی علماء ان سے کیا سمجھتے ہیں۔

پیشینگوئی نمبر (۱) | یوحنا (۱: ۱۹-۲۵) کی عبارت پہلے ملاحظہ فرمائی جائے جو حسب ذیل ہے۔

وہ اور یوحنا کی گواہی یہ تھی جبکہ یہودیوں نے یہ وہ سلم سے کاہنوں (یعنی اماموں) اور ملاویوں (یعنی اُس فرقہ کے لوگ جس میں ہارون علیہ السلام تھے) کو بھیجا کہ اُس سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔ اور اُس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب اُنھوں نے اُس سے پوچھا کہ پھر تو کون ہے۔ کیا تو الیاس ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ بنی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اُنھوں نے اُس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو مسیح ہے نہ الیاس اور نہ وہ بنی پس کیوں تسلیمہ دیتا ہے؟

اس عبارت کی پوری تفہیم کے لیے سب سے پہلے اس بات کے ذہن نشین کر رکھنے کی ضرورت ہے کہ اُس زمانہ کے یہودی تورات کی پیشینگوئیوں اور اپنی مذہبی روایات پر اعتماد کر کے تین نبیوں کی آمد کے انتظار میں تھے اور اُن تینوں کا ذکر اقتباس مندرجہ بالا میں آیا ہے۔ ایک مسیح - دوسرا ایاس تیسرے وہ جن کی جانب اشارہ ”وہ بنی“ سے اوپر کی عبارت میں کیا گیا ہے۔ یہودیوں نے یوحنا بپتسمہ دینے والے (John the Baptist) یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام سے

پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ اس سے یہودیوں کی مراد یہ نہ تھی کہ آپ بنی ہیں یا غیر بنی۔ کیونکہ یہ سوال ہوتا تو آپ کا یہ جواب ہوتا کہ میں بنی ہوں۔ آپ کو اپنی نبوت کا پورا علم تھا (لوقا: ۷۶ ملاحظہ ہو) اور کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ اپنی نبوت سے انکار کرتے۔ بلکہ یہودیوں کا یہ مطلب تھا کہ جو بنی آنے والے ہیں اُن میں سے آپ کون ہیں۔ آپ نے یہودیوں کا مطلب پوری طرح سمجھ کر فرمایا کہ میں مسیح نہیں ہوں تب یہودیوں نے دوسرے آنے والے بنی کی جانب اشارہ کر کے پوچھا کہ کیا پھر آپ ایاس ہیں۔ یحییٰ علیہ السلام نے اس سے بھی انکار فرمایا۔ تب یہودیوں نے تیسرے آنے والے بنی کی جانب اشارہ کر کے سوال کیا کہ کیا پھر آپ ”وہ بنی“ ہیں۔ آپ نے اس سے بھی انکار فرمایا۔ یعنی اس مکالمہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے صاف صاف فرمادیا کہ آپ نہ مسیح ہیں، نہ ایاس ہیں، نہ ”وہ بنی“ گویا ”وہ بنی“ مسیح اور ایاس سے غیر ہیں اور آنے والے نبیوں میں اس درجہ مشہور و معروف ہیں کہ اُس زمانہ کے یہودیوں نے صرف ”وہ بنی“ کہا اور یحییٰ علیہ السلام پہچان گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ بنی کون ہیں؟ عیسائی علماء بڑے چکر میں ہیں کہ اس کا جواب کیا دیں، مگر مسلمان بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ ”وہ بنی“ سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ انجیل یوحنا کی مندرجہ بالا عبارت سے معقول پسند لوگوں کے لیے کسی اور نتیجے پر آنا ناممکن ہے۔

توریت کی وہ پیشینگوئیاں جن کی بنا پر اُس زمانہ کے یہودیوں کو بنی آخر زمان حضرت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا انتظار تھا حسب ذیل ہیں :-

استثنا (۱۸ : ۱۵) میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول درج ہے :-

”خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اُس کی طرف کان دھریو“

استثنا (۱۸ : ۱۷ اور ۱۸) میں موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

”اور خداوند نے مجھے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا سوا چھا کہا۔ میں اُن کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جھینے وہ میرا نام لیکے کہے گا نہ سُنے گا تو میں اُس کا حساب اس سے لوں گا۔“

انجیل میں بھی یہی پیشینگوئیاں نقل کی گئی ہیں۔ اعمال (۳ : ۲۲) میں ہوکتہ ✓

موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے ایک نبی میری مانند اُٹھارے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اُس کی سب سُنو“

اعمال (۳ : ۲۷) میں ہے کہ :-

”یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی ظاہر کرے گا اُسکی سُنو“

یعنی یہ پیشینگوئیاں تورات اور انجیل دونوں میں اب تک موجود ہیں۔ مگر بات صرف اتنی ہی ہے کہ عیسائی انھیں عیسیٰ علیہ السلام پر منطبق کرتے ہیں حالانکہ نظر انصاف سے دیکھا جائے

تو یہ انطباق صحیح نہیں۔

اس مسئلہ پر غور کرنے سے قبل سب سے پہلے اس بات کا صاف کر دینا ضروری ہے کہ استثناء (۱۵:۱۸) میں جو تیسرے ہی درمیان سے،، کے الفاظ ہیں وہ الحاقی ہیں۔ خدا کی طرف سے اس بارہ میں جو کچھ موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا تھا اور استثناء (۱۸:۱۸) میں درج ہے اور اوپر منقول ہے اُس میں یہ الفاظ داخل نہیں۔ پطرس حواری نے جو استثناء (۱۵:۱۸) کی عبارت اعمال (۲۲:۱۳) میں نقل کی ہے اُس میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ اسٹیفان (استفانس) نے جب استثناء کی اس پیشینگوئی کو بیان کیا جو کہ اعمال (۳:۱۷) میں درج ہے تو اس میں بھی یہ الفاظ مذکور نہیں۔ تورات کے مشہور ترجمہ سچو اجنٹ میں بھی یہ الفاظ موجود نہیں۔ پھر ”تیسرے ہی درمیان سے،، اور ”تیسرے ہی بجائیوں میں سے،، دو بالکل جداگانہ اور مختلف بلکہ دو متضاد باتیں ہیں کہ ان میں سے اگر ایک صحیح ہو تو دوسری صحیح نہیں ہو سکتی اور توراتی محاورہ کے مطابق دونوں کا ہم معنی ہونا محال ہے جسکی تفصیل آگے آئے گی۔

اب اصلی پیشینگوئی پر غور فرمائیے۔ خدا نے آنے والے بنی کے متعلق موسیٰ علیہ السلام

سے یہ فرمایا کہ :-

”میں اُن کے لیے اُن کے بجائیوں میں سے تجھ سے ایک بنی برپا کروں گا

اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا“ (استثناء ۱۸:۱۸)

اُن کے لیے،، یعنی بنی اسرائیل (بنی اسحق) کے لیے۔ ”اُن کے بجائیوں میں سے“ یعنی

بنی اسمعیل میں سے۔ حضرت اسمعیل حضرت اسحق کے بجائی تھے اور توراتی محاورہ میں بنی اسمعیل کو بنی

اسحق یعنی بنی اسرائیل کا بجائی کہا گیا ہے۔ استثناء (۲:۲) اور پیدائش (۱۶:۱۶-۲۵:۲۵)

میں بنی اسمعیل کو بنی اسرائیل کا بجائی کہا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ جس آنے والے بنی کی خبر

دی گئی ہے وہ بنی اسرائیل میں سے ہوگا نہ کہ بنی اسرائیل سے، اگر وہ بنی اسرائیل سے ہوتا تو فرمایا جاتا کہ: "میں ان کے لیے ان میں سے تجھ سا بنی برپا کروں گا، حالانکہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ اگر دیر سے اسی درمیان سے،" کے الفاظ الحاقی نہ سمجھے جائیں، حالانکہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ وہ الحاقی ہیں تو ان الفاظ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ بنی اولاد ابراہیم سے ہوگا اور تمہارا ہم عقیدہ ہوگا یعنی تمہاری طرح خالص توحید کی تعلیم دینے والا ہوگا نہ کہ تثلیث کی۔ دوسری نہایت اہم بات یہ ہے کہ "تجھ سا ایک بنی برپا کروں گا،" یعنی وہ بنی موسیٰ علیہ السلام کے مانند ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مشابہت ہے یا عیسیٰ علیہ السلام کو؟ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ کبھی تو عیسائی علماء موسیٰ علیہ السلام کو لغو ثابت کیا "چوہا در تبار" اور عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن قرار دیا ہے (جس کا ذکر ہمارے مضمون ۷ میں آچکا ہے) اور کبھی مندرجہ بالا پیشینگوئی کو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ثابت کرنے کی کوشش میں آپ کو موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بیان کرتے ہیں۔ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو جو مشابہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہے وہ کسی دوسرے پیغمبر کو حاصل نہیں۔ استثناء: (۱۰۱: ۳۴) میں ہے کہ:-

«اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی بنی نہیں اٹھا جس سے خداوند آسمانی آشنائی کرتا»

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سورہ مزمل میں فرماتا ہے کہ:-

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ
 لَمَّا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا
 ہم نے تمہارے پاس ایک تم پر گواہی دینے والا رسول بھیجا جیسا رسول کہہنے فرعون پاس بھیجا تھا یعنی موسیٰ علیہ السلام

تو ریت کی رو سے بنی اسرائیل میں کوئی موسیٰ کے مانند پیدا ہوا۔ اور قرآن کی رو سے بنی اسرائیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کے مانند پیدا ہوئے۔ اگر مشابہتوں میں مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو

یہ پیشینگوئی حضرت عیسیٰ پر کسی طرح صادق نہیں آتی۔ ان مشابہتوں کو اگر پوری تفصیل سے بیان کیا جائے تو اس کے لیے بہت سے اوراق پڑ کرنے کی ضرورت ہوگی اس لیے ہم یہاں ایک مختصر فہرست کے درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ موسیٰ علیہ السلام ماں اور باپ سے پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ماں اور باپ سے پیدا ہوئے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام صرف ماں سے پیدا ہوئے۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام میں محض انسانیت و عبدیت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انسان کامل اور اللہ کے بندے تھے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام خود عیسائی عقیدہ کی رو سے اللہ کے بیٹے تھے۔

۳۔ موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کیا اور عیال داری کے جملہ حقوق ادا کیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نکاح کیا اور پوری عیال داری برقی عیسیٰ علیہ السلام تمام عمر ان باتوں سے آزاد رہے۔

۴۔ موسیٰ علیہ السلام انتقال کے بعد زمین میں دفن ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی جسم طہر زمین ہی میں امانت ہے اور زمین کو ایسی امانتوں پر فخر ہے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کو اور آپ کے جسم کو زمین سے کوئی تعلق نہیں۔

۵۔ موسیٰ علیہ السلام کو چالیس برس بعد نبوت عطا ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چالیس برس کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کی تو ساری عمر بھی چالیس برس کی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ اٹھالیس گئے۔

۶۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر شریعت نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی شریعت نازل ہوئی۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسوی ہی کی پابندی کی اور اپنے شاگردوں کو بھی اسی کا حکم فرمایا۔

۷۔ شریعت موسوی اور شریعت محمدی کی باہمی مشابہتوں کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی نظر ڈالی جائے تو ایک پوری ضخیم کتاب لکھنی پڑے گی اور شریعتوں کی مشابہت ہی اس معاملہ میں اصل چیز ہے مگر موٹی

موتی باتیں جن میں کہ مشابہت بہت ہی نمایاں ہے یہ ہیں کہ :-

- (۱) دونوں شریعتوں میں توحید خالص کی تعلیم ہے حالانکہ بقول عیسائیوں کے مسیح کی تعلیم میں تثلیث تھی۔ (۲) دونوں شریعتوں میں حدود و قصاص و تعزیرات و غسل و طہارت کے احکام پائے جاتے ہیں مگر انجیل ان سے خالی ہے۔ (۳) دونوں شریعتوں میں جہاد کی تعلیم اور جہاد کے احکام ہیں بلکہ دونوں سنجیوں نے باقاعدہ فوج لے کر جہاد کیا بھی۔ حالانکہ مسیحی تعلیم یہ ہے کہ کوئی ایک خسار پر طمانچہ مارے تو دوسرا خسار بھی پیش کر دیا جائے اور عیسیٰ علیہ السلام کو کبھی اس قسم کی نوبت نہیں آئی کہ باقاعدہ فوج لے کر جہاد کیا ہو۔
- (۴) دونوں شریعتوں میں ختنہ کا حکم ہے حالانکہ عیسائیوں کے نزدیک ختنہ ضروری نہیں۔ (۵) دونوں شریعتوں میں کثیر لازدواجی کی اجازت ہے حالانکہ عیسائیوں کے نزدیک یہ جرم ہے۔ غرضکہ دونوں پیغمبر نہ صرف صاحب شریعت ہونے میں باہم مشابہ ہیں بلکہ ان کی شریعتیں بھی بڑی حد تک آپس میں مشابہ ہیں حالانکہ عیسائی عقیدہ کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا۔ (۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی تھے بقول جان ڈیون پورٹ کے موسیٰ علیہ السلام بھی اُمّی تھے حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام اُمّی نہ تھے چنانچہ لوقا (۲۷: ۱۶) میں وہ واقعہ درج ہے جب آپ نے سبت کے دن عبادت خانے میں جا کر لیچیاہ بنی کی کتاب کو کھڑے ہو کر پڑھا اور سب کو سنایا۔ (۹) ان دونوں باہم مشابہ پیغمبروں نے گلہ بانی کی حالانکہ مسیح نے صرف اتوار کے طور پر اپنے کو گڈریا کہا مگر کبھی گلہ بانی نہیں کی۔ (۱۰) دونوں پیغمبروں نے اغیار میں پرورش اور نشوونما پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین مکہ اور کعبہ کے بت پرستوں میں اور موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی صحبت میں۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنوں میں ہی پرورش و تربیت و نشوونما پائی (۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین فرمانروا ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے جانشین بھی یثوع کی کتاب اوقاضیون کی کتاب کے مطابق فرمانروا ہوئے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو برس بعد تک کوئی عیسائی بادشاہ نہ ہوا اور یہ تین سو برس کا وقفہ آپ کو مماثلت و پر سبقت سے خارج کر دیتا ہے (۱۲) موسیٰ علیہ السلام کی اولاد کا ہنوں یعنی اماپوں

لَحَىٰ مِثْلِهِ قَامِنًا ۚ اسْتَكْبَرْتَ تَمَرَاتِ اللّٰهِ لَا

ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا اور تم نے تکبر کیا

يَكْفِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (۱۱۴۶)

تجھتی اللہ ہر ایت نہیں فرماتا ظالموں کی قوم کو۔

پشینگوئی نمبر ۲ | قرآن شریف کی سورۃ الحصف کے رکوع میں آیلے کہ :-

اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے کہ اے بنی اسرائیل

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَنِي

میں اللہ کا فرستادہ ہوں تمہاری طرف تصدیق

إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ

کرنا ہوں اپنے سے پہلے کی چیز تورات کی اور خوشخبری

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ

سناتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آویگا

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي

اُس کا نام احمد ہے

إِسْمُهُ أَحْمَدٌ

انجیل یوحنا (۱۴:۱۶ - ۱۵:۱۵ - ۱۶:۱۶) میں یہ بشارت درج ہے مگر عیسائیوں نے

إِسْمُهُ أَحْمَدُ کے ہم معنی الفاظ میں تحریف لفظی اور تحریف معنی دونوں سے کام لیا ہے۔ قول مسیح ان آیات

اناجیل میں یہ تھا کہ، "میں جاؤں گا تو تمہارے پاس فارقلیط آئے گا"۔ اس لفظ فارقلیط میں

عیسائیوں نے بہت کچھ ترمیم کی ہے۔

فارقلیط عبرانی یا سریانی یا کلدانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ستودہ کے ہیں جو ٹھیک

احمد یا محمد کے لغوی معنی کا ترجمہ ہے عیسیٰ علیہ السلام نے اس پیشینگوئی میں یہی لفظ استعمال فرمایا تھا

یوحنا نے آپ کے کلمات کا اپنی انجیل میں یونانی زبان میں ترجمہ کیا تو لفظ فارقلیط کا ترجمہ پیریکلائٹ یا پیریکلیٹ

Periclyte یا پیریکلیوٹ کیا جس کے معنی بھی وہی ستودہ یا احمد کے ہیں مگر عیسائیوں نے

ان الفاظ میں تحریف کر کے انھیں پراکلیٹ Paraclete سے بدل دیا جس کے معنی تسلی دہندہ

Comforter کے ہیں۔ یہ تو تحریف لفظی تھی۔ تحریف معنی اس میں یہ کہ اس لفظ تسلی دہندہ،

کے معنی کو بھی بدل ڈالا اور اس سے کوئی شخص مہرود و منحوس مراد نہیں لیا۔ بلکہ توح حق اور روح القدس مراد لے کر

یوحنا رباب ۱۵/۱۴ میں تسلی دینے والے " کے بعد بطور تفسیر کے مدیعی روح حق، کے لایعنی الفاظ کو بڑھا کر دخل متن کر دیا۔

جن اناجیل کے قدیم نسخوں میں بقول عیسائی علماء ہی کے اختلافات کتابت لاکھوں تک پہنچے ہوں، جن کے چھٹی صدی عیسوی سے قبل کے نسخے سب مفقود ہو چکے ہوں، جن کے کاتبوں اور ناقلوں اور مفسرین کا یہ گمان ہو کہ اپنے مفروضہ مذہب کی تائید میں کذب و دروغ گوئی سے مدد لینا جائز ہے ان میں ذرا سے اختلاف اعراب یا ایک شوشہ کے بڑھا دینے یا گھٹا دینے سے پیر کلیط کو پیرا کلیط یا پارا کلیط بنا دینا کونسی بڑی بات ہے۔ مگر برنباس کی انجیل میں اس موقع پر پیر کلیط ہی آیا ہے جو کہ فار کلیط کا صحیح ترجمہ ہے۔ اگرچہ عیسائی اس سند کو تسلیم نہیں کرتے اور انجیل برنباس کو اب جعلی قرار دیتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ دین مسیحی کے قدیم مصنفوں نے جو کہ عام طور پر ایماندار بھی تسلیم کیے گئے ہیں اس کتاب کو صحیح اور اصلی تسلیم کیا ہے اور اس کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا ہے اور اسے خوب روانہ دیا ہے اور مشہور کیا ہے۔ متاخرین میں سے جارج سیل وغیرہ نے بھی جو کہ بکے عیسائی تھے اس امر کا صاف صاف اقرار کیا ہے کہ یہ کتاب بہت ماہر جعلی نہیں۔ جب کتاب کے سچے ہونے کا انہیں اعتراف ہے تو کسی خاص تنازع فیہ لفظ کے جعلی ہونے کے متعلق ان کا صرف بلا دلیل بیان کافی نہیں تا وقتیکہ اپنے بیان کی تائید میں وہ کوئی ثبوت نہ پیش کریں۔ حالانکہ اب تک ان سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ اپنے اس نقل کی تائید میں کوئی ایک ہی قدیم مستند قلمی نسخہ انجیل برنباس کا پیش کرتے اور جعل کو ثابت کرتے۔

اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی ہے جو خاص اہمیت رکھتی ہے۔ دیگر زبانوں میں انجیل کے ترجمہ ہونے کا زمانہ عیسائی علماء نے محض اپنی اٹکل سے تیسری صدی عیسوی کا ٹھہرا یا ہے مگر عربی ترجمہ کا کوئی زمانہ انہیں ٹھہرا یا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان میں انجیل کا ترجمہ اس سے قبل وجود میں چکا تھا اور اٹکل اور قیاس کا دو۔ اس کے بعد شروع ہوا ہے ورنہ اس کے لیے بھی کسی زمانہ کی تھنیدیں کر دی جاتی

بہر حال اگر انجیل کا سب سے پہلا عربی ترجمہ دوسری زبانوں کے ترجموں میں سب سے زیادہ قدیم نہ ہو تب بھی وہ بہت پرانا ترجمہ ضرور ہے اور فارقلیط کے متعلق امتیاز اہل عرب سب سے زیادہ معتبر ہے۔ جب قرآن میں **وَمُبَشِّرًا** **يَأْتِي مِّن مَّ بَعْدِي** **إِسْمُهُ** **أَحْمَدُ** نازل ہوا اس وقت ملک عرب علمائے یہود و نصاریٰ سے بھرا ہوا تھا اور ہزاروں یہود و نصاریٰ اسلام کی حقانیت کو دیکھ کر اسلام قبول کر چکے تھے۔ واقف کار لوگوں کے سامنے خلاف واقعہ کے اظہار پر دلیری کرنا گویا زنبوروں کے چھتے کو چھٹیر و نیا ہوتا۔ اگر اس زمانہ میں انجیل کے عربی ترجمہ میں فارقلیط کا لفظ نہ ہوتا تو تمام یہود و نصاریٰ ٹوٹ پڑتے اور شور مچا دیتے کہ یہ بات (نور ہا لہ) غلط ہے اور انجیل میں کہیں بھی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام نہیں آیا اور وہ ہزاروں یہود و نصاریٰ جو اسلام قبول کر چکے تھے اسلام سے برگشتہ ہو گئے ہوتے۔ مگر ایسا نہ ہوا اور سب یہود و نصاریٰ دم بخود ہو کر رہ گئے اور کسی ایک نے بھی قرآن کے اس بیان کو چیلنج نہ کیا اور غلط نہ بتایا۔ چنانچہ زمانہ مابعد تک بھی اس لفظ میں کیسے وہ کی طرف سے عیسائی علماء نے انجیل کا جو عربی ترجمہ چھاپا ہے اس میں بھی فارقلیط ہی کا لفظ چھپا ہے۔ اس عربی انجیل میں یوحنا (۱۴: ۱۶) کی عبارت یہ ہے:-

وَأَنَا أَطْلُبُ مِنَ الْآبِ قَيْعُطِيكُمْ فَاَرْقَلِيْطَا خَرِيْشْتَبْت مَعَكُمْ اِلَى الْآبِ

یوحنا (۱۴: ۱۶) کی عبارت یہ ہے:-

اَلِكُنِّيْ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنَّهُ خَيْرٌ لَّكُمْ اَنْ اَنْطَلِقَ اِلَآئِيْ اِنْ لَّمْ اَنْطَلِقْ لَمَّ يَأْتِكُمْ
اَلْفَاَرْقَلِيْطُ فَاِنْ اَنْطَلَقْتُ اَرْسَلْتُهُ اِلَيْكُمْ۔

اور یوحنا (۱۵: ۲۶) میں بھی آیا ہے:- فَاِذَا جَاءَ فَاَرْقَلِيْطُ اِلَيْكُمْ بِاسْمِ الْبَنِي سُوْرِي تَرْجَمُوْهُ

۱۵۵ میں بھی عربی کی یہی عبارتیں درج ہیں۔

۱۵۵ ترجمان القرآن۔ حال میں جو عربی ترجمہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے شائع کیا ہے اس میں دونوں جگہ سے فارقلیط کا لفظ نکال کر معنی کا لفظ رکھ دیا گیا ہے جس کے معنی وہی تسلی دہندہ کے ہیں۔

اگر عیسائیوں کے اس قول کو بھی مان لیا جائے کہ فارقلیت کے بجائے صحیح لفظ پر اکلیدت ہے جس کے معنی تسکین و ہندہ کے ہیں تب بھی یسکین و ہندہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں کہ روح القدس کیونکہ انجیل کی زبان میں روح القدس کے لیے نازل ہونا بیان کیا جاتا ہے نہ کہ آنا دیکھو اعمال ۱۸: ۱۶-۱۰

۴۴ - (۱۵: ۱۱) -

علاوہ میں مسیح کی پیشینگوئی یہ ہے کہ میں جاؤں گا تب وہ آئے گا اور جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہ آئے گا حالانکہ روح القدس کے نزل کے لیے مسیح کے جانے کی شرط نہیں ہو سکتی کیونکہ روح القدس کا نزل مسیح کی موجودگی میں بھی ہو چکا ہے۔ اور مسیح سے قبل بھی تمام انبیاء علیہم السلام پر وہ روح نازل ہو چکی ہے۔ اور مسیح کے سامنے اور مسیح کے آسمان پر جانے کے وقت حواریوں پر بھی اس کا نزل ہوا۔

متی (۱۱: ۳) میں ہے کہ "وہ یعنی مسیح تمہیں روح القدس اور آگ سے پتہ دے گا،" متی (۱۶: ۳) میں ہے کہ "اور سید سے پتہ پانے کے وہیں پانی سے نکل کر اوپر آیا اور دیکھو کہ اس کے لیے آسمان کھل گیا اور اس نے خدا کی روح کو کہتے کی مانند اترتے اور اپنے اوپر اتے دیکھا"

یوحنا (۱: ۲۱، ۲۲) میں ہے کہ :- "اور یسوع نے پھر انہیں (یعنی اپنے شاگردوں کو) کہا تم پر سلام جس طرح باپ نے مجھے بھیجا ہے میں بھی اسی طرح تمہیں بھیجتا ہوں۔ اس نے یہ کہہ کے ان پر پھونکا اور کہا کہ تم روح القدس لیو۔"

لوقا (۱: ۳۱) میں ہے کہ :- "اور ایسا ہوا کہ جو نہیں الیصابات نے مریم کا سلام سنا رکھا اس کے پیٹ میں اچھل پڑا اور الیصابات روح القدس سے بھرنے لگی۔"

لوقا (۱: ۶۷) میں ہے کہ :- "اور اس کا باپ ذکر یاہ روح القدس سے بھر گیا۔"

لوقا (۲: ۲۵) میں ہے کہ :- "اور روح القدس اس پر (یعنی شمعون پر) تھی۔"

پھر بھلا اس روح القدس کی نسبت مسیح کا وہ قول کیونکر صادق آ سکتا ہے کہ "اگر میں نہ

جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آوے گا پر اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیجوں گا، (یوحنا ۱۱: ۷۷) وہ تسلی دینے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں جن کا آنا مسیح علیہ السلام کے جانے پر موقوف تھا۔ اقوال مسیح میں انجیل میں آنے والے فارقلیت یا تسلی وہندہ کے متعلق بالخصوص پہنچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) وہ دوسرا تسلی دینے والا ہوگا جو آئے گا (یوحنا ۱۱: ۱۴) یعنی مسیح سے غیر ہوگا۔ اگر عیسائی

عقیدہ کی رو سے باپ بیٹا اور روح القدس ایک ہی چیز ہیں اور تسلی دینے والے سے روح القدس مراد لی جاتی ہے تو وہ تسلی وہندہ دوسرا کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ روح القدس نہیں ہے جو یہاں مقصود ہے بلکہ مسیح علیہ السلام کی طرح ایک پیغمبر ہیں جن کی بشارت دی جا رہی ہے۔ (۲) وہ مسیح کے جانے کے بعد آوے گا نہ کہ مسیح کی موجودگی میں (یوحنا ۱۱: ۷) اس سے بھی یقین ہو گیا کہ وہ روح القدس یا روح حق نہیں جیسا کہ اوپر بیان گزر چکا ہے۔ جو لوگ روح حق اور روح القدس کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں غلطی پر ہیں کیونکہ بعض قابل ترجمہ کرنے والوں نے روح حق کا ترجمہ راستی کی روح اور صداقت کی روح کیا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جن فارقلیت یا تسلی وہندہ کی بابت پیشینگوئی کی گئی ہے وہ صداقت اور راستی ہی کی روح نے کر آئے۔

(۳) وہ مسیح کے لیے گواہی دیں گے (یوحنا ۱۱: ۲۶)۔ اور مسیح کی بزرگی کریں گے (یوحنا

۱۱: ۱۳)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلامذہ کسی نبی نے مسیح علیہ السلام کے پیغمبر ہونے کی شہادت نہیں دی اور کسی اور نبی نے آپ پر سے یہودیوں اور نصاریوں کے لگائے ہوئے اتہامات کو دور کر کے آپ کی بزرگی کو روشن نہیں کیا۔ یہودیوں نے جو آپ کی ولادت کے متعلق آپ کی شان اور آپ کی والدہ ماجدہ کی شان میں یہودہ بکو اس کی کتنی اُس کی نہایت پر زور ترمیم رسولِ عربی ہی نے کی۔ عیسائیوں نے جو آپ کی تعلیم کو تثلیث سے مشتمل کیا اُس کی بھی نہایت زبردست ترمیم رسولِ عربی ہی نے کی۔ پھر عیسائیوں نے افسانہ صلیب

تصنیف کر کے آپ کے حق میں جس ذلت کی موت کو شہرت دی اُس کی غلطی کا اظہار بھی رسولِ عربی ہی نے فرمایا۔ پولوس جو کہ اپنے آپ کو بہت بڑا عیسیٰ کہتا ہے گللیتوں (۳: ۱۳) میں لکھتا ہے کہ:-
 ”مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے لعنت
 ہوا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکا یا گیا سو لعنتی ہے“

مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کو پکار پکار کر اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان سناتے ہیں کہ
 وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ - مختصر یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اور آپ کی بزرگی
 اور بزرگی کی تائید میں جو شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی وہ نہ یہودیوں کی جانب سے
 کبھی پیش ہوئی نہ خود عیسائیوں کی جانب سے۔ ہاں جو اس کے عیسائی علماء مسیح کی پیشینگوئی کا آپ کو مصداق
 قرار دینے میں نخل کرتے ہیں۔

(۴) وہ اپنی نہ کہیں گے لیکن جو کچھ وہ سنیں گے وہی کہیں گے (یوحنا ۱۶: ۱۳) یہ پورا پورا ترجمہ
 ہے اس آیت مبارکہ کا کہ:- وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ - یہ وہی تعریف ہے
 جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمائی ہے۔

(۵) وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے (یوحنا ۱۴: ۱۶) ہمیشہ یعنی قیامت تک وہ اور ان کا مذہب
 اور ان کی ہدایت اور اللہ کا جو کلام ان پر نازل ہوگا اور کلمات ہدایت جو ان کی زبان سے نکلیں گے تمہارے ساتھ
 رہیں گے۔ یعنی پھر قیامت تک کسی دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت نہ ہوگی اور وہ نبی آخر الزمان ہوں گے اور
 ان کی شریعت کی، قرآن کی، حدیث کی، آخر تک محافظت کی جائے گی اور توریت و انجیل و اقوال انبیاء
 کے ساتھ لوگوں نے جو سلوک ازراہ تحریف و الحاق کیا ہے وہ قرآن و حدیث کے ساتھ نہ ہر سکے گا اور
 ایک جماعت حق پر ہمیشہ قائم رہے گی۔

مختصر یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیشینگوئی سوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی اور پروردگار

آئی نہیں سکتی۔

بعض عیسائیوں نے اعتراض کیا ہے کہ اگر فارقلیط سے بنی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مراد ہیں تو اس پیشینگوئی کے پورا ہونے میں چھ سو برس کا وقفہ کیوں ہوا، ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ توریت مذکورہ وغیرہ میں جو پیشینگوئیاں عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں ان کے پورا ہونے میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں برس کا وقفہ کیوں واقع ہوا؟ عیسائیوں ہی کی ایک کتاب میزان الحق مطبوعہ لدھیانہ ۱۹۶۷ء کے صفحہ ۳۴۴ پر یہ عبارت درج ہے کہ :-

دکنی سو پیشینگوئیاں (توریت) میں بیان ہوئی ہیں اور وقوعِ داؤد سے سو سو اور ہزار ہزار سال پہلے خبر دی گئی اور تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں اور پھر وہ سب پوری ہو کر صادق آئی ہیں۔

بعض عیسائی علماء کا یہ قول ہے کہ عروجِ مسیح سے دس دن بعد پینٹی کاسٹ کی جو ضیافت ہوئی اس میں یہ روح القدس نازل ہوئی اور اس طرح مسیح کی پیشینگوئی عروجِ مسیح کے دس ہی دن بعد پوری ہو گئی۔ اس ضیافت کا حال کتاب اعمال کے باب دوم میں درج ہے مگر اس بیان میں نہ کہ فارقلیط کا لفظ آیا ہے نہ تسلی دینے والے کا نہ یوحنا کی پیشینگوئی کا کچھ ذکر ہے جس کا پورا ہونا اس ضیافت میں بیان کیا جاتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انجیل یوحنا واقعہ پینٹی کاسٹ کے ستر دن (۷۰) برس بعد لکھی گئی اگر ستر دن (۷۰) برس قبل پیشینگوئی پوری ہو چکی ہوتی تو وہ اپنی انجیل میں ضرور لکھ دیتا کہ فلاں پیشینگوئی فلاں دن یا فلاں موقع پر پوری ہو گئی۔ مگر اس نے تو پینٹی کاسٹ تک کا ذکر نہیں کیا۔ فارقلیط کی آمد کا ذکر تو بڑی بات ہے۔

اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ضیافتِ پینٹی کاسٹ کے بعد بھی عیسائی لوگ فارقلیط کی آمد کے منتظر رہے اور اب تک منتظر ہیں مگر آج کل اُن کا انتظار اسی نوعیت کا ہے جس

نوعیت کا انتظار یہودیوں کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اب تک چلا جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے فارقلیط ہونے کے جھوٹے دعوے بھی کئے چنانچہ سلسلہ میں مونٹائسن نے بھی فارقلیت ہونے کا دعویٰ کیا اور چند سال اور لکھے پڑھے لوگوں کی جماعت بھی اُس کا پیرو بن گئی۔ اگر اُس زمانہ میں بھی علماء اور عوام کا یہ خیال ہوتا کہ مسیح کی پیشینگوئی صرف نزولِ روح القدس سے متعلق ہے تو مونٹائسن جو کہ ایک انسان تھا فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیسے کرتا اور لوگ اُس کے پیچھے کیوں ہو جاتے۔ معلوم ہوا کہ خواص و عوام ایک انسان کے منتظر تھے جو فارقلیط کے اوصاف سے مزین ہو۔ گاڈفرے ہیگنس ایک ناضل عیسائی ہیں جو اپنی کتاب اپالوجی مطبوعہ لندن ۱۸۲۹ء میں فارقلیط کے مسئلہ پر نہایت تفصیل اور فاضلانہ بحث کرتے ہیں۔ وہ علاوہ مونٹائسن کے اور بھی لوگوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہوں نے فارقلیط ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا اور جماعتیں بنا لیں۔ اس سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں کہ :-

”مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مشہور بات ہے کہ بہت سے عیسائیوں کو بموجب پیشینگوئی کے ایک شخص کا انتظار تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بناوٹِ رمی پا دیوں اور پروٹسٹنٹوں نے تو این مذہبی کی اُس عبارت پر کر لی وہ عام نہ تھی“

پھر آگے چل کر ایک موقع پر گاڈفرے ہیگنس تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”عیسائی اپنے آپ کو اندھا کرنے کے لیے اس خیال کو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشخص موعود تھے جس قدر چاہیں مضحکہ میں ڈالیں مگر اس سے حقیقت نہ بدلی کہ پندرہ کروڑ اشخاص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ہی خیال کرتے تھے اور اب بھی خیال کرتے ہیں۔ میں نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ جب چالیس ستر مفسر قرآن کی تفسیر کر رہے تھے تو خیال نہ کیا جا سکتا تھا کہ ہر ایک چنیوڑوں کے ہنر اور دانائی سے ایجاد ہوئی ہو نہ کہی گئی ہو۔ یہ متصور نہیں ہو سکتا کہ لفظ

فالقلم کے باب میں بحث کا حقد نہ ہوئی ہو۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور نہ کیا جائے گا کہ دنیا کے معاملات کو ایک نہایت عجیب طور پر عیسیٰ (علیہ السلام) کے مذہب محرف کے لیے ایک مصلح کی حاجت تھی اور غالباً کر ڈروں نے ان لوگوں میں سے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے تھے ہماری آجیل اور تواین کے لفظوں کو روحِ قدس کی بابت کبھی نہ سنا ہوگا اور اگر سنا بھی ہوگا تو ان کی تصدیق سے انکار ہوگا مگر انھوں نے اگر تسلیم بھی کیا ہو تو ایک مختصر جوابِ غیبت سے سنفے والوں کا اطمینان کر دے گا۔ وہ یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ عہدِ جدید میں ہدایت ہے کہ روحِ الصدق آوے گی۔ یہ درست ہے کہ روحِ الصدق آئی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئی جن کو روحِ الصدق سے ایہام ہوتا تھا۔ پس یہی تمہاری پیچیدہ عبارت کے صحیح معنی ہیں اور صرف یہی درستگی کے ساتھ ہو سکتے ہیں۔

(باقی)

فضل فونڈین پن

نیا اسٹاک
آچکا ہے

خوبصورت اور پائیدار قیمت و اجبی خریدنے میں عجلت کیجئے۔ سامان اسٹیشنری و کاغذ وغیرہ

خط و کتابت سے طلب فرمائیے

فدا علی محمد علی جنرل اسٹیشنری مرچنٹ

پتھر گڑی فون ۷۵۷، حیدرآباد دکن